# خطبہ جمعہ

## مالک ایک ایسا لفظ ہے جس کے مقابل پر تمام حقوق مسلوب ہو جاتے ہیں اور کامل طور پر اطلاق اس لفظ کا صرف اللہ تعالیٰ پر ہی آتا ہے۔

## مالک کے لئے ضروری نہیں کہ ہر بدی کی سزا دے۔

## دنیا کی بادشاہتیں عارضی ہیں۔ آخری اور دائمی بادشاہت اللہ ہی کی ہے

**حضرت مسیح موعودؑ کو الہاماً بتایا گیا تھا کہ آپ کو مشرق و مغرب پر ایک فوقیت عطا کی جائے گی۔**

**یہ پیشگوئی اس دور میں بڑی شان کے ساتھ پوری ہو رہی ہے**

خطبہ جمعہ ارشاد فرمودہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا طاہر احمد خلیفة المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز - فرمودہ ۱۷ اگست ۲۰۰۱ء بمطابق ۱۷ ر تبوک ۱۳۸۰ھ ہجری شمسی بمقام مسجد فضل لندن (برطانیہ)

(خطبہ جمعہ کا یہ متن ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے)

أشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له وأشهد أن محمداً عبده و رسوله-

أما بعد فأعوذ بالله من الشيطان الرجيم- بسم الله الرحمٰن الرحيم -

الحمدلله رب العٰلمين - الرحمٰن الرحيم - مٰلك يوم الدين - إياك نعبد و إياك نستعين -

اهدنا الصراط المستقيم - صراط الذين أنعمت عليهم غير المغضوب عليهم ولا الضالين-

اللہ تعالیٰ کی مالکیت کی صفت کے بیانات جاری ہیں اور مختلف سورتوں سے مختلف آیات اختیار کر لی گئی ہیں جن میں صفت مالکیت کا کسی نہ کسی رنگ میں ذکر ملتا ہے۔ اس مضمون میں مَیں نے بہت سے حوالے اکٹھے کئے تھے مگر ان کو چھوڑ کر اب مَیں نے اس خطبہ کو نسبتاً مختصر کر دیا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اقتباسات کو بہت غور سے پڑھنا پڑا اور بعض دفعہ بار بار پڑھنا پڑا تب جا کے اس کی گہری حکمت کی سمجھ آئی۔ اس لئے میرا خیال تھا کہ اب سب کے سامنے وہ اگر بیان کروں گا تو یا تو وہ بہت زیادہ کھولنا پڑے گا اور اس کے نتیجہ میں پھر خطبہ بہت لمبا ہو جائے گا یا پھر لوگوں کو جس بات کی سمجھ نہیں آئے گی اس کے کہنے کا کیا فائدہ۔ اس لئے ایسے مشکل اقتباسات مَیں نے سب الگ کر لئے ہیں اور اب یہ خطبہ نسبتاً مختصر ہو گیا ہے۔

پہلی آیت ہے ﴿وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ. وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِيْرٌ﴾ اللہ ہی کے لئے ہے آسمانوں اور زمین کی بادشاہت اور اللہ ہر چیز پر جسے وہ چاہے دائمی قدرت رکھتا ہے۔

(سورة آل عمران آیت ۱۹۰)

اس ضمن میں ایک مسند احمد بن حنبل کی حدیث ہے جس میں حضرت ابو بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب بستر پر تشریف لے جاتے تو یہ دعا پڑھتے: تمام تعریفیں، اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہیں جو میرے لئے کافی ہے اور جس نے مجھے پناہ دی اور مجھے کھلایا اور پلایا اور جس نے مجھ پر بڑی کثرت سے احسان فرمائے اور مجھے بڑی کثرت سے عطا کیا۔ ہر حال میں محض اللہ تعالیٰ ہی تعریف کا مستحق ہے۔ اے میرے اللہ! اے ہر چیز کے ربّ اور ہر چیز کے مالک اور ہر چیز کے معبود۔ ہر چیز کا تُو ہی مالک ہے۔ مَیں آگ سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔ (مسند احمد بن حنبل. مسند المكثرين من الصحابة)

اب آنحضرت ﷺ کی دعاؤں میں سے یہ بھی ایک بہت ہی دردناک دعا ہے جس میں اپنی نجات کی بنا بھی صرف دعا ہی کو قرار دیا ہے۔ فرمایا ہے مَیں آگ کے عذاب سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔ تو اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کو اپنی نجات کے لئے اس قدر گریہ وزاری کرنا پڑتی تھی تو ہم عاجز بندوں کا کیا حال ہونا چاہئے۔ لازماً یہ دعا تو سب کو یاد نہیں رہے گی مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی عجز و بکاء ضرور آپ کے ذہن میں یاد رہے گی۔ پس اس مضمون کو اپنے لفظوں میں جس طرح چاہیں بیان کریں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے لئے جہاں ہمیشہ یہ دعا کرتے رہیں وہاں اپنے لئے بھی دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں آگ کے عذاب سے بچائے۔

اس ضمن میں ایک حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا الہام بھی ہے ۲۲ر اکتوبر ۱۹۰۳ء کا "اِنِّی مَلَکْتُ الشَّرْقَ وَالْغَرْبَ" کہ مَیں مشرق اور مغرب کا مالک ہوا۔ اس الہام میں ایک پیشگوئی تھی کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مشرق اور مغرب پر ایک فوقیت عطا فرمائی جائے گی اور یہ پیشگوئی ان دنوں بڑی شان سے پوری ہو رہی ہے کہ مشرقی دنیا میں بھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے غلبہ کے آثار بڑے نمایاں ہو چکے ہیں اور مغربی دنیا میں بھی وہ آثار ظاہر ہوتے جا رہے ہیں۔ اگرچہ اس کثرت سے ظاہر نہیں ہوئے جیسے مشرقی دنیا میں ہیں لیکن ایک وقت ایسا ضرور آئے گا کہ انشاء اللہ سب دنیا پر، مشرق ہو یا مغرب ہو، حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی کی بادشاہی ہو گی یا دوسرے لفظوں میں کہنا چاہئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم ہی کی بادشاہی ہو گی جو اپنے اس غلام، غلام احمد کے ذریعہ دنیا پر حکومت کرے گا۔

اب یہ سورۃ المائدہ کی نمبر ۱۸ آیت ہے ﴿لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ . قُلْ فَمَنْ يَّمْلِكُ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا اِنْ اَرَادَ اَنْ يُّهْلِكَ الْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَاُمَّهٗ وَ مَنْ فِی الْاَرْضِ جَمِيْعًا . وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا . يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ . وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِيْرٌ﴾ ۔ اس کا سادہ ترجمہ یہ ہے یقیناً ان لوگوں نے کفر کیا جنہوں نے کہا کہ یقیناً اللہ ہی مسیح ابنِ مریم ہے۔ تُو کہہ دے کہ کون ہے جو اللہ کے مقابل پر کچھ بھی اختیار رکھتا ہے، اگر وہ فیصلہ کرے کہ مسیح ابنِ مریم کو اور اس کی ماں کو اور جو کچھ زمین میں ہے سب کو نابود کر دے تو اس فیصلہ کے خلاف کوئی کیا کر سکتا ہے۔ اور آسمانوں اور زمین کی بادشاہت اللہ ہی کی ہے اور اُس کی بھی جو ان دونوں کے درمیان ہے۔ یعنی زمین و آسمان کے درمیان پھیلی ہوئی ہے اور قریباً اتنے ہی حجم میں جتنی نظر آنے والی Matter، تو اس پر بھی اللہ کی بادشاہی ہے جو تمہیں دکھائی دے رہا ہے اور اس پر بھی بادشاہی ہے جو تمہیں دکھائی نہیں دے رہا اور اللہ ہر اس چیز پر جسے وہ چاہے دائمی قدرت رکھتا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام "اعجاز المسیح" میں فرماتے ہیں:

"رہا جزا سزا کے مالک کا فیض، سو وہ سالک کو حقیقی نعمت اور آخری ثمرہ اور مرادوں کی انتہا اور مقاصد کی آخری حد تک پہنچا دیتا ہے"۔ اب یہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کلمات میں سے مَیں نے نسبتاً سادہ اختیار کیا ہے اور جو باقی چھوڑے ہیں وہ اس سے بھی بہت زیادہ مشکل تھے اتنے کہ مجھے بھی بہت غور کے بعد پھر سمجھ آئے تو اس لئے مَیں نے ان کو الگ کر دیا۔ اب اس میں بھی غور طلب بات ہے "رہا جزا سزا کے مالک کا فیض، سو وہ سالک کو حقیقی نعمت اور آخری ثمرہ اور مرادوں کی انتہا اور مقاصد کی آخری حد تک پہنچا دیتا ہے"۔ پس جو مالک سے سوال کرتا ہے وہ ہر اس چیز کا سوال کرتا ہے جس کا وہ مالک ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ایک بار الہام بھی ہوا کہ "جے توں میرا ہو رہیں سب جگ تیرا ہو"۔ پس یہ آخری ثمرہ ہے جو انسان کو مالکیت کے ذریعہ عطا ہوتا ہے۔ اس کی ساری

مرادیں اسی مالکیت کے ثمرہ میں آجاتی ہیں۔ "پس ظاہر ہے کہ بارگاہِ ایزدی کے فیوض میں سے یہ انتہائی فیض ہے اور انسانی پیدائش کی علت غائی ہے اور اسی پر تمام نعمتیں ختم ہو جاتی ہیں۔ اور اس پر دائرہ معرفت اور دائرہ سلسلہ مکمل ہو جاتا ہے" (اعجاز المسیح صفحہ ۱۳۷)۔ یعنی انا للہ وانا الیہ راجعون کا مضمون ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ پورا دائرہ جس کا آغاز اللہ تعالیٰ سے ہوا اس کی مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْن ہونے کے ساتھ دائرہ آخر اپنی انتہا کو پہنچ جاتا ہے۔

اب سورۃ المائدہ کی آیت نمبر ۱۹ ہے ﴿وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ وَالنَّصٰرٰى نَحْنُ اَبْنٰٓؤُ اللّٰهِ وَاَحِبَّآؤُهٗ. قُلْ فَلِمَ يُعَذِّبُكُمْ بِذُنُوْبِكُمْ. بَلْ اَنْتُمْ بَشَرٌ مِّمَّنْ خَلَقَ. يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَ يُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ . وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا . وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ﴾۔ اب دیکھئے یہاں بھی زمین و آسمان اور اس کے درمیان جو کچھ ہے اس کا ذکر فرمایا گیا ہے۔ حالانکہ آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں زمین و آسمان جو نظر آنے والا تھا وہی تھا۔ جو نظر نہ آنے والا تھا اس کا تو کوئی شمار تک نہیں تھا انسان کے ذہن میں۔ بہر حال اس آیت کا سادہ ترجمہ یہ ہے۔ اور یہود اور نصاریٰ نے کہا کہ ہم اللہ کی اولاد ہیں۔ اب یہ بات صرف نصاریٰ ہی کی نہیں یہود بھی کہا کرتے تھے اور یہ بھی قرآن کریم کا انکشاف ہے۔ وہ کہتا ہے یہود بھی کہتے تھے کہ ہم اللہ کی اولاد ہیں اور اس کے محبوب ہیں۔ تُو کہہ دے پھر وہ تمہیں تمہارے گناہوں کی وجہ سے عذاب کیوں دیتا ہے؟ نہیں، بلکہ تم ان میں سے جن کو اُس نے پیدا کیا محض بشر ہو۔ وہ جسے چاہتا ہے معاف کر دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے عذاب دیتا ہے اور آسمانوں اور زمین کی بادشاہت اللہ ہی کی ہے اور اس کی بھی جو اُن دونوں کے درمیان ہے اور آخر اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

اب سورۃ المائدہ کی آیت نمبر ۱۲۱ ﴿لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا فِيْهِنَّ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾ کہ اللہ ہی کی بادشاہی ہے آسمانوں اور زمین کی اور اس چیز پر بھی جو ان کے اندر ہے اور وہ ہر چیز پر جسے وہ چاہے دائمی قدرت رکھتا ہے۔ اب جسے وہ چاہے سے مراد یہ نہیں ہے کہ وہ زبردستی فرماتا ہے بلکہ چاہتا ہی وہ ہے جو مناسب حال ہو اور اس سلسلہ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے براہین احمدیہ میں بڑی تفصیل سے روشنی ڈالی ہوئی ہے۔ پس یَشَآءُ کا مطلب ہے جس کو وہ پسند فرماتا ہے حالات کے مطابق اور اپنے فیصلے کو زبردستی ٹھونستا نہیں ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ اس ضمن میں فرماتے ہیں:

"تم خواہ کتنے بھی بڑھ جاؤ گے پھر بھی خدا سے نہیں بڑھ سکتے۔ زمین و آسمان اسی کا ہے بلکہ مَافِيْهَا بھی اور پھر یہ بھی نہیں کہہ سکتے کہ ہے تو اُس کا مگر متصرف کوئی اَور ہی ہے بلکہ ﴿وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾ وہی ہر چیز پر قادر ہے۔" (ضمیمہ اخبار بدر قادیان۔ ۲۶؍اگست ۱۹۰۹ء)

یہاں مراد یہ ہے کہ یہ تو نہیں کہہ سکتے کہ چلیں ہے تو اللہ ہی کا مگر ہمیں اس میں تصرف دیا گیا ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ فرماتے ہیں متصرف بھی اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ یہ یونہی وہم ہے کہ تم متصرف ہو یہ عارضی ملکیت کی وجہ سے وہم پیدا ہوتا ہے۔

اب سورۃ النور کی نمبر ۴۲، ۴۳ آیت ہے۔ ﴿اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُسَبِّحُ لَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالطَّيْرُ صٰٓفّٰتٍ كُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهٗ وَ تَسْبِيْحَهٗ . وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ بِمَا يَفْعَلُوْنَ. وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ﴾ کیا تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ ہی ہے جس کی تسبیح کرتا ہے جو آسمانوں اور زمین میں ہے اور پر پھیلائے ہوئے پرندے بھی ان میں سے ہر ایک اپنی عبادت اور تسبیح کا طریقہ جان چکا ہے اور اللہ اس کا خوب علم رکھنے والا ہے جو وہ کرتے ہیں اور اللہ ہی کے لئے آسمانوں اور زمین کی بادشاہی ہے اور اللہ ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

اب اس سورت میں پرندوں کے متعلق جو فرمایا ہے کہ ان کو بھی پر پھیلائے ہوئے تم آسمان پر اڑتے ہوئے دیکھتے ہو ان کو بھی خدا تعالیٰ نے اپنی حمد اور ثنا کے طریقے سکھا دئے ہیں اور وہ اپنے اپنے رنگ میں اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کرتے ہیں۔ اب یہ مضمون کہ وہ بالارادہ اور کانشس ہونے کے ساتھ یہ کام کرتے ہیں یا بلا ارادہ اور از خود یہ کام کرتے ہیں۔ تو دونوں باتیں ممکن ہیں اور بالارادہ میرے خیال میں تو یقینی ہے جب وہ آسمان پر تیرتے پھرتے ہیں اور ہواؤں کا لطف اٹھا رہے ہوتے ہیں۔ اس وقت ان کے دل میں خدا تعالیٰ اپنی حمد کے گیت داخل کر دیتا ہے اور ان کا چہچہانا بھی دراصل انہیں حمد کے گیتوں کا چہچہانا ہے۔

اب یہ جو لوگ خیال کرتے ہیں کہ پرندے جو چہچہاتے ہیں یہ از خود ہی واقعہ ہو گیا یہ ہو ہی نہیں سکتا کیونکہ پرندوں کے چہچہانے کے ساتھ ان کے سننے کی صلاحیت کا بھی تعلق ہے۔ پرندے جب چہچہاتے ہیں تو گلے کے اندر سے ایک صوتی آلہ ہے جس سے آواز نکلتی ہے اور وہ آواز سننے کے لئے اگر ساتھ ہی کان نہ پیدا کئے گئے ہوں تو بہت ہی پیچیدہ چیز ہے تو نا ممکن تھا کہ پرندے اپنی آواز کو بھی سن سکتے یا اپنی آواز سننے کا کوئی ان کا مقصد ہوتا۔ وہ چہچہاتے ہیں محض اللہ تعالیٰ کی حمد میں اور ان کے چہچہانے کے ساتھ ہی خدا تعالیٰ نے ان کو سننے کے کان بھی عطا کر دئے ہیں۔ اب یہ عجیب مضمون ہے اس کا کوئی سائنس دان ارتقائی طور پر حل کر ہی نہیں سکتا۔ گلے کے اندر ایک صوتی آلہ پیدا ہوا ہے اور معاً اس کے ساتھ ایک بہت ہی پیچیدہ نظام سننے کا بھی پیدا ہو گیا ہے اور جو کچھ وہ آواز نکالتے ہیں وہ خود اس کو بھی سنتے ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام مالکیت سے متعلق مزید فرماتے ہیں:-

"مالک ایک ایسا لفظ ہے جس کے مقابل پر تمام حقوق مسلوب ہو جاتے ہیں"۔ کہ مالک کے سامنے کھڑا ہوا تو مطلب یہ ہے کہ میرا اپنا کچھ بھی نہ رہا۔ "اور کامل طور پر اطلاق اِس لفظ کا صرف خدا پر ہی آتا ہے کیونکہ کامل مالک وہی ہے۔ جو شخص کسی کو اپنی جان وغیرہ کا مالک ٹھہراتا ہے تو وہ اقرار کرتا ہے کہ اپنی جان اور مال وغیرہ پر میرا کوئی حق نہیں اور میرا کچھ بھی نہیں، سب مالک کا ہے"۔ (چشمہ معرفت۔ صفحہ ۱۵)

اب بعض لوگ یہ کہہ دیتے ہیں ہماری جان آپ کی ہے، ہمارا جسم آپ کا ہے، ہم سب کچھ آپ ہی کے ہیں۔ وہ عملاً یہ اقرار کر رہے ہیں کہ وہ مالک کل ہے جو ان پر قبضہ کرتا ہے لیکن یہ چیز تو جائز نہیں ہے۔ اس لئے یہ شاعرانہ مبالغے ہیں اس سے زیادہ ان کی کوئی بھی حقیقت نہیں، حقیقت میں تو مالک صرف اللہ ہے اور کوئی محبوب کسی عاشق کا مالک نہیں ہو سکتا۔

اب سورۃ الشوریٰ کی دو آیات نمبر ۵۰ اور ۵۱ ہیں ﴿لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ. يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ. يَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ اِنَاثًا وَّيَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ الذُّكُوْرَ. اَوْ يُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا وَّاِنَاثًا. وَيَجْعَلُ مَنْ يَّشَآءُ عَقِيْمًا. اِنَّهٗ عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ﴾ اللہ ہی کی ملکیت ہے آسمان اور زمین دونوں میں۔ وہ پیدا کرتا ہے جو کچھ چاہتا ہے۔ ﴿يَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ اِنَاثًا﴾ جس کو چاہتا ہے محض بیٹیاں عطا کرتا ہے ﴿وَيَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ الذُّكُوْرَ﴾ اور جس کو چاہتا ہے محض بیٹے عطا کر دیتا ہے۔ ﴿اَوْ يُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا وَّاِنَاثًا﴾ یا ملا دیتا ہے ان میں نر اور مادہ یعنی بیٹے بھی ہوتے ہیں اور بیٹیاں بھی ﴿وَيَجْعَلُ مَنْ يَّشَآءُ عَقِيْمًا﴾ اور جس کو چاہتا ہے وہ بانجھ کر دیتا ہے ﴿اِنَّهٗ عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ﴾ وہ بہت جاننے والا اور بہت قدرت والا ہے۔

اب اس ضمن میں مَیں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ بڑی کثرت کے ساتھ عورتیں خطوط لکھتی ہیں ہمارے بچہ نہیں ہو رہا تو بعض دعائیں دیتے ہیں ان کو، بہت دفعہ لمبی گریہ وزاری کے بعد بچہ ہو بھی جاتا ہے مگر جن کے نہ ہونا ہو جو مرضی زور لگا لو، جتنی دفعہ مرضی ٹیسٹ ٹیوب کروا لو، کبھی نہیں ہوتا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ انسان قادر نہیں ہے۔ اس لئے ایسے علیم و قدیر خدا کے سامنے ان خواتین کو سر جھکا دینا چاہئے۔ وہ جانتا ہے کہ اِن کے حالات میں ان کا بچہ ہونا مناسب نہیں ہے اور ان کے لئے شر کا موجب ہو سکتا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ کا شکر کریں ہر حال میں اور دعا کریں، کوشش تدبیر بھی کریں اور تقدیر کے بھی منتظر رہیں مگر آخری سر تقدیر کے سامنے جھکانا ہے۔ تدبیر تقدیر کے سوا کچھ نہیں کر سکتی۔

اب سورۃ الجاثیہ کی آیت ہے ﴿وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يَوْمَئِذٍ يَّخْسَرُ الْمُبْطِلُوْنَ﴾ اور اللہ ہی کی ہے آسمانوں اور زمین کی بادشاہت اور جس دن قیامت ہو گی اس دن جھوٹ بولنے والے نقصان اٹھائیں گے۔ اب جھوٹ بولنے والے تو دنیا میں بھی نقصان اٹھاتے ہیں مگر جس دن قیامت ہو گی جھوٹ بولنے والے نقصان اٹھائیں گے۔ اس سے مراد صرف اتنی ہے کہ اکثر جھوٹ بولنے والے اس دنیا میں جھوٹ بولتے چلے جاتے ہیں۔ ان کو معلوم ہی نہیں ہوتا کہ نقصان اٹھا رہے ہیں لیکن قیامت کے دن ان کو واضح طور پر معلوم ہو جائے گا کہ ہمارے جھوٹ نے ہمیں کبھی فائدہ نہیں دیا اور ہمارا عذاب محض اپنے جھوٹ ہی کی وجہ سے ہے۔

تو یوم القیامہ کو مُبْطِلُوْنَ کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک اقتباس میں آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔ ”صرف یہ مراد نہیں ہے کہ قیامت کو جزا سزا ہو گی۔ بلکہ قرآن شریف میں بار بار اور صاف صاف بیان کیا گیا ہے کہ قیامت تو مجازاتِ کبریٰ کا وقت ہے“۔ مجازات سے مراد یہاں جزا دینا ہے تو اللہ تعالیٰ قیامت کو جو اعمال کی جزا دے گا وہ بڑی جزا ہو گی۔ ”مگر ایک قسم کی مجازات اِسی دنیا میں شروع ہے جس کی طرف آیت ﴿یَجْعَلْ لَکُمْ فُرْقَانًا﴾ اشارہ کرتی ہے“۔

(کشتی نوح۔ صفحہ ۳۹)

یعنی ایک مجازات ہے اس دنیا میں بھی جس کے متعلق یہ آیت اشارہ کر رہی ہے ﴿یَجْعَلْ لَکُمْ فُرْقَانًا﴾۔ اب یہ دیکھیں کتنا باریک مضمون ہے۔ مراد یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کو اس دنیا میں جو جزا دی گئی وہ فرقان کے طور پر ثابت ہوئی۔ آپ کو ایک واضح فرقان غیروں پر عطا کیا گیا۔ پس یہ خیال کہ محض ایک دعویٰ ہے جزا دینے کا، بالکل غلط ہے۔ جن کو اللہ تعالیٰ اس دنیا میں جزا دیتا ہے ان کے اندر ایک فرقان رکھ دیتا ہے، ان کے اندر ایک غیر معمولی نیکی اور نورانیت رکھ دیتا ہے اور اس کے نتیجہ میں وہ غیروں پر قلبی حکومت کرتے ہیں، روحانی حکومت کرتے ہیں۔ پس فرقان کا مجاز دنیا سے ایک گہرا تعلق ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اسی ضمن میں یہ بات بیان فرمارہے ہیں۔

اب سورۃ الفتح کی پندرھویں آیت مَیں آپ کے سامنے رکھتا ہوں ﴿وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ. یَغْفِرُ لِمَنْ یَّشَآءُ وَیُعَذِّبُ مَنْ یَّشَآءُ. وَکَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا﴾ اور آسمانوں اور زمین کی بادشاہت اللہ ہی کی ہے وہ جسے چاہتا ہے بخش دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے عذاب دیتا ہے اور اللہ بہت بخشنے والا اور بار بار رحم کرنے والا ہے۔ اب وہی جسے چاہتا ہے کا مضمون یہاں جاری ہے۔ یہ مراد نہیں ہے کہ اللہ اپنی مالکیت کی وجہ سے ان لوگوں پر جبر کرتا ہے بلکہ ان کے حالات پر نظر رکھتے ہوئے جن کے حالات تقاضا کرتے ہیں کہ ان کو عذاب دیا جائے ان کو عذاب دیتا ہے، جن کے حالات تقاضا کرتے ہیں کہ انہیں بخش دیا جائے ان کو بخش دیتا ہے اور وہ بار بار رحم کرنے والا ہے۔ یعنی ایسے مواقع بہت سے انسانی زندگی میں پیدا ہوتے رہتے ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ انسان نے ایک گناہ کیا، پھر گناہ کیا، پھر گناہ کیا اور اللہ تعالیٰ بار بار بخشتا چلا جاتا ہے اور بخشتا چلا جاتا ہے۔ پس یہاں بار بار رحم کرنے کا ذکر فرما کر انسان کو مایوسی سے بچا لیا۔

اس ضمن میں ایک مسلم کتاب صلوٰۃ المسافرین میں حدیث ہے حضـرت علی بن ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو یہ دعا پڑھتے: ”مَیں کامل موحد ہو کر اپنا رُخ اُس ذات کی طرف کرتا ہوں“۔ یہ وہ دعا ہے، وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ۔ ”مَیں کامل موحد ہو کر اپنا رُخ اُس ذات کی طرف کرتا ہوں جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے اور مَیں مشرکوں میں سے نہیں ہوں۔ میری نماز، میری قربانی، میری زندگی اور میری موت اللہ ہی کے لئے ہے جو تمام جہانوں کا ربّ ہے“۔ اب ہم تو روزانہ اپنی نیت کرتے وقت مختصر نیت باندھتے ہیں مگر حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم اپنی نیت کے وقت یہ سارے مضمون ذہن میں دوہرایا کرتے تھے اور چونکہ ہم چند قدم ہی آپ کی پیروی کرنے کی استطاعت رکھتے ہیں اور تمام تر آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے پیچھے چلنے کی استطاعت نہیں ہے اس لئے اپنی کمزوریوں کے پیش نظر ہم مختصر دعا مانگتے ہیں۔ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْن۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم بہت لمبی دعا کیا کرتے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت کے مطابق یہ دعا سنیں۔ ”میری نماز، میری قربانی، میری زندگی اور میری موت اللہ ہی کے لئے ہے جو تمام جہانوں کا ربّ ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں۔ مجھے اسی بات کا حکم دیا گیا ہے اور مَیں کامل فرمانبردار ہوں۔ اے اللہ! تُو ہی بادشاہ ہے، تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔ تُو میرا ربّ اور مَیں تیرا بندہ ہوں۔ مَیں نے اپنی جان پر ظلم کیا اور مَیں اس کا اعتراف کرتا ہوں۔ میرے سب گناہ مجھے بخش دے۔ یقیناً تیرے سوا کوئی گناہ بخشنے والا نہیں۔ (مسلم۔ کتاب صلاۃ المسافرین)

اس ضمن میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

”ہر ایک بدی کی سزا دینا خدا کے اخلاق عفو اور درگزر کے خلاف ہے“۔ یعنی ہر بدی کی اگر انسان کو سزا دی جائے تو کوئی انسان بھی خدا تعالیٰ کی پکڑ سے بچ نہیں سکتا۔ پس یاد رکھو یہ اللہ تعالیٰ کے عفو اور درگزر کے خلاف ہے کہ وہ ہر بدی کی سزا دے۔ اسی لئے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم لیلۃ القدر دیکھو تو یہ دعا کرو ”اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّیْ“ کہ اے اللہ تو مجسم عفو ہے، مجسم بخشش ہے اور بخشش سے محبت اور پیار کرتا ہے پس مجھ سے بھی بخشش کا سلوک فرما۔

پس حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرمارہے ہیں: ”ہر ایک بدی کی سزا دینا خدا کے اخلاق عفو اور درگزر کے خلاف ہے کیونکہ وہ مالک ہے“۔ مالک کے لئے ضروری نہیں کہ وہ ہر بدی کی سزا دے۔ وہ صرف ایک مجسٹریٹ کی طرح نہیں ہے ”جیسا کہ اُس نے قرآن شریف کی پہلی سورت میں ہی اپنا نام مالک رکھا ہے اور فرمایا کہ مَالِكِ یَوْمِ الدِّیْن یعنی خدا جزا سزا دینے کا مالک ہے اور ظاہر ہے کہ کوئی مالک، مالک نہیں کہلا سکتا جب تک دونوں پہلوؤں پر اُس کو اختیار نہ ہو یعنی چاہے تو پکڑے اور چاہے تو چھوڑ دے“۔ (چشمہ معرفت۔ صفحہ ۱۶)

اب سورۃ المومنون کی ۸۹ اور ۹۰ آیات ہیں ﴿قُلْ بِیَدِهٖ مَلَکُوْتُ کُلِّ شَیْءٍ وَّهُوَ یُجِیْرُ وَلَا یُجَارُ عَلَیْهِ اِنْ کُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ. سَیَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ. قُلْ فَاَنّٰی تُسْحَرُوْنَ﴾ تو پوچھ کہ وہ کون ہے جس کے ہاتھ میں ہر چیز کی بادشاہت ہے اور وہ پناہ دیتا ہے لیکن اس کے مقابلہ پر کسی کو پناہ نہیں دی جاتی۔ بتاؤ اگر تم جانتے ہو۔ وہ کہیں گے اللہ ہی کی ہے بادشاہت زمین اور آسمان میں۔ پوچھ پھر تم کہاں بہکائے جارہے ہو۔ خدا تعالیٰ کو چھوڑ کر جو کامل بادشاہ ہے تم دوسرے بادشاہوں کی طرف نظر کرتے ہو یہ عارضی طور پر بادشاہ ہیں۔

سورۃ یٰسین نمبر ۸۳، ۸۴ ﴿اِنَّمَآ اَمْرُهٗٓ اِذَآ اَرَادَ شَیْئًا اَنْ یَّقُوْلَ لَهٗ کُنْ فَیَکُوْنُ﴾ یقیناً اس کا صرف یہ حکم کافی ہے جب وہ کسی چیز کا ارادہ کر لے تو وہ اسے کہتا ہے ہو جا پس وہ ہونے لگتی ہے اور ہو کر رہتی ہے۔ یہاں یہ ترجمہ مَیں نے ہمیشہ کے لئے اختیار کیا ہے ﴿ کُنْ فَیَکُوْنُ﴾۔ کَانَ نہیں فرمایا بلکہ ’کُنْ فَیَکُوْن کہ جب وہ اسے کُنْ کہتا ہے تو اچانک وجود میں مکمل طور پر نہیں آتی۔ اس کے لمبے ارتقائی دَور سے رفتہ رفتہ ترقی کرتے ہوئے اپنے آخری مقام تک پہنچتی ہے۔ پس ﴿سُبْحَانَ الَّذِیْ بِیَدِهٖ مَلَکُوْتُ کُلِّ شَیْءٍ ﴾۔ پس پاک ہے اللہ جس کو ملکوت میں ہر چیز ہے اور جو اس کی ملکوت میں ہے اس کا یہی حال ہوتا ہے کہ وہ لازماً کُنْ فَیَکُون ہونا شروع ہو جاتی ہے اور ادنیٰ سے اعلیٰ حالت کی طرف ترقی کرتی چلی جاتی ہے۔ پس یہ اللہ تعالیٰ کی شان ہے کہ ہم اس کی ملکوت میں ہیں اور اس نے ہماری تدریجی ترقی کے سامان پیدا فرمائے ہیں اور بالآخر اللہ ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ ﴿وَاِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ﴾ اور تم بالآخر اسی کی طرف لوٹ کر جاؤ گے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ملفوظات میں اس ضمن میں فرماتے ہیں:

”...... یہ دنیا ایک عالم امتحان ہے، اس کے حل کرنے کے واسطے دُوسرا عالم ہے“۔ ’یہ دنیا ایک عالم امتحان ہے، اس کے حل کرنے کے واسطے دوسرا عالم ہے‘۔ مراد یہ نہیں کہ اِس عالم میں اس کا حل نہیں ہو سکتا۔ اگر عالم امتحان ہے تو امتحان کے بعد ہی پھر اس کا حل نکلا کرتا ہے، امتحان کے دوران تو اس کا حل نہیں بتایا جاتا، پس اس عالم امتحان کا حل دوسرے عالم میں ہو گا جو جزا سزا کا دن ہے۔ ”اس دنیا میں جو تکالیف رکھی ہیں اس کا وعدہ ہے کہ آئندہ عالم میں خوشی دے گا۔ اگر اب بھی کوئی کہے کہ کیوں ایسا کیا اور ایسا نہ کیا؟ اس کا یہ جواب ہے کہ وہ تحکم اور مالکیت بھی تو رکھتا ہے۔ اُس نے جیسا چاہا، کیا۔ کسی کو اس کے کام پر اعتراض کی گنجائش اور حق نہیں“۔

(ملفوظات جلد پنجم جدید ایڈیشن صفحہ ۲۷۴)

اب سورۃ الحج کی دو آیات ہیں ۵۷، ۵۸ ﴿اَلْمُلْكُ یَوْمَئِذٍ لِّلّٰهِ یَحْکُمُ بَیْنَهُمْ. فَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فِیْ جَنّٰتِ النَّعِیْمِ. وَالَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَکَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا فَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ

مُّهِيْنٌ﴾ سلطنت اس دن اللہ ہی کی ہو گی، سلطنت تو اب بھی اللہ ہی کی ہے مگر لوگوں کو اس کا شعور نہیں ہے۔ وہ عالمی سلطنتوں کی طرف تو دوڑتے ہیں لیکن یہ نہیں جانتے کہ ان عالمی سلطانوں پر بھی تو اللہ ہی کی سلطنت چلتی ہے۔ فرمایا: سلطنت اس دن اللہ ہی کی ہو گی یعنی اس دن اس کا شعور ہو جائے گا سب کو کہ ہاں اللہ ہی بادشاہِ کُل ہے جو ان کے درمیان فیصلہ کرے گا۔ پس وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک عمل بجالائے نعمتوں والی جنتوں میں ہوں گے۔ اور وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا اور ہمارے نشانات کو جھٹلایا تو یہی ہیں وہ جن کے لئے رُسوا کُن عذاب (مقدر) ہے۔

اس سلسلہ میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

"اس روز راحت یا عذاب اور لذت یا درد جو کچھ بنی آدم کو پہنچے گا اُس کا اصل موجب خدائے تعالیٰ کی ذات ہو گی اور مالک امر مجازات کا حقیقی طور پر وہی ہو گا"۔ اب اس روز راحت یا عذاب اور لذت یا درد جو کچھ بنی آدم کو پہنچے گا اُس کا اصل موجب خدائے تعالیٰ کی ذات ہو گی" یہ کیا مطلب ہے کہ اصل موجب خدا تعالیٰ کی ذات ہو گی۔ ہر چیز کی کنہ اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہے اور جب بھی آپ وجوہات کی تلاش کریں آخری وجہ اللہ نکلتا ہے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ اللہ تعالیٰ زبردستی کسی کو گمراہ کرتا ہے اور زبردستی کسی کو نیکی عطا کرتا ہے۔ وہ مالک ہے امر مجازات کا اور دراصل شقاوت ابدی کے نتیجہ میں بعض لوگ اپنی بدبختی سے گناہ پہ آمادہ ہوتے ہیں اور گناہ میں ملوث ہو جاتے ہیں۔

"اس طرح پر کہ جو لوگ اُس کی ذات پر ایمان لائے تھے اور توحید اختیار کی تھی اور اُس کی خالص محبت سے اپنے دلوں کو رنگین کر لیا تھا اُن پر انوارِ رحمت اُس ذات کامل کے صاف اور آشکارا طور پر نازل ہوں گے"۔ یعنی وہ انوار رحمت جو اس دنیا میں ہی اللہ تعالیٰ کے خاص بندوں پر نازل ہوتے ہیں وہ اپنے اندر ایک ابہام کا رنگ رکھتے ہیں اور قیامت کے دن وہ سب ابہام دور ہو جائیں گے اور کھلے طور پر اللہ تعالیٰ اپنے انوار اپنے پیارے بندوں پر نازل فرمائے گا۔ "اور جن کو ایمان اور محبت الٰہیہ حاصل نہیں ہوئی وہ اِس لذّت اور راحت سے محروم رہیں گے اور عذابِ الیم میں مبتلا ہو جائیں گے"۔

(براہین احمدیہ، روحانی خزائن جلداول صفحہ ۴۵۵، ۴۵۶ حاشیہ ۱۱)

اب سورۃ المومنون کی آیت نمبر ۱۷ ہے یہ آخری آیت ہے جو مَیں آج آپ کے سامنے پیش کروں گا ﴿يَوْمَ هُمْ بَارِزُوْنَ لَا يَخْفٰى عَلَى اللّٰهِ مِنْهُمْ شَيْءٌ لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ﴾ جس دن وہ نکل کھڑے ہونگے ان کا کچھ حال اللہ پر مخفی نہ ہو گا۔ آج کے دن بادشاہت کس کی ہے اللہ ہی کی ہے جو اکیلا اور صاحب جبروت ہے۔ پس یہاں بھی آج کے دن بادشاہت سے مراد یہ ہے کہ اس دنیا میں دھوکہ میں پڑے ہوئے لوگوں کو پتہ ہونا چاہئے کہ دنیا کی بادشاہتیں عارضی ہیں اور آخری اور حقیقی اور دائمی بادشاہت صرف اللہ ہی کی ہے۔

اس ضمن میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

"﴿لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ﴾ یعنی اس دن ربوبیت الٰہیہ بغیر توسط اسباب عادیہ کے اپنی تجلّی آپ دکھائے گی"۔ یعنی اس دنیا میں تو ربوبیت کے عارضی سامان بنتے ہیں اور ان سے تجلّی ہوتی ہے مگر قیامت کے دن اللہ تعالیٰ براہ راست اپنی ربوبیت کی تجلّی ظاہر فرمائے گا۔ "اور یہی مشہود اور محسوس ہو گا کہ بجز قوت عظمیٰ اور قدرت کاملہ حضرت باری تعالیٰ کے اور سب ہیچ ہیں"۔

(براہین احمدیہ صفحہ ۳۷۱، ۳۷۲ حاشیہ نمبر ۱۱)

ایک حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا الہام بھی ہے جو بدر جلد ۲ نمبر ۲۴ میں شائع ہوا ہے۔ ۱۱ر جون ۱۹۰۶ء کا یہ الہام ہے: "ایک زلزلہ کا نظارہ دکھائی دیا اور ساتھ ہی اس کے الہام ہوا "لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ" کہ آج کے دن بادشاہت کس کی ہے اللہ ہی کی ہے، اللہ ہی کی بادشاہت ہے جو واحد ہے اور قہار ہے۔ تو اس زلزلہ سے مراد جنگیں تھیں جس کی پیشگوئیاں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کی ہیں ظاہری طور پر ایک کانگڑہ کا زلزلہ بھی آیا تھا جو بہت ہی خوفناک تھا اور اس میں بھی اللہ کی بادشاہت سو فیصد احمدیوں کے حق میں ظاہر ہو گئی اور بڑی شان سے ظاہر ہوئی اور سارے زلزلہ میں جس میں لاکھوں لوگ تباہ ہو گئے ایک بھی احمدی نہ مرا۔ اور یہ ناممکن تھا کہ ایک بھی احمدی نہ مرتا۔ ایک گاؤں میں ایک احمدی کے متعلق خطرہ ہوا کہ وہ مر چکا ہے وہ نکل نہیں رہا۔ جب ملبہ کو اٹھایا گیا تو وہ اپنی چارپائی کے نیچے بالکل محفوظ پڑا تھا۔

تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جو پیشگوئی تھی کہ واحد اور قہار کی قہاریت اور جلوہ اس دن ظاہر ہو گا یہ دنیا کے عام زلزلوں میں بھی ظاہر ہوا اور اس سے دنیا کے وہ زلازل جو طبعی قوانین کے مطابق چلتے ہیں اور زلازل جو خدائی قانون کے مطابق چلتے ہیں ان میں ایک فرق ہو گیا ہے۔ عام طور پر جو زلزلے آتے ہیں وہ اندھے ہوتے ہیں، ہر نیک و بد کو برابر مارتے ہیں، کوئی نہیں جو یہ کہہ سکے کہ مَیں نیک تھا مَیں زلزلہ سے بچ گیا۔ لیکن جو زلازل پیشگوئیوں کے مطابق آتے ہیں ان میں یہ بات واضح ہوتی ہے کہ نیک آدمی سے زلزلے اس طرح سلوک کرتے ہیں جیسے انتہائی سلوک پہچان کے کر رہے ہیں اور جیسا کہ مَیں نے کانگڑہ کے زلزلہ کی مثال دی ہے سارے زلزلہ میں لکھو کھہا جانیں تلف ہوئیں، ایک احمدی کی جان بھی ضائع نہیں ہوئی اور یہی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس الہام کا مطلب تھا۔

ایک اور مطلب ہے وہ جنگوں کے زلزلے۔ وہ دو تو آ چکے ہیں اور تیسری جنگ کا زلزلہ ابھی آنے والا باقی ہے جو سب زلزلوں سے زیادہ خوفناک ہو گا۔ پس دعا کرتے رہیں کہ اللہ تعالیٰ اگر آپ اس وقت تک زندہ ہوں تو آپ کو اس زلزلہ کے عذاب سے بچائے اور اس کا ایک ہی گر ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بیان فرمادیا ہے۔

آگ ہے پر آگ سے وہ سب بچائے جائیں گے ☆ جو کہ رکھتے ہیں خدائے ذوالعجائب سے پیار

جس خدا کی عجیب شانیں ہیں جو اس سے پیار رکھتے ہیں ان کو آگ کے عذاب سے بچایا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اگر وہ دن دیکھنا نصیب ہو تو اپنے پیار کی وجہ سے اس آگ کے عذاب سے بچائے۔

خطبہ ثانیہ کے بعد احباب چونکہ نماز کے لئے فوراً کھڑے ہونے لگے تھے اس لئے حضور انور نے بیٹھنے کا ارشاد فرمایا اور فرمایا 'جب تک مَیں بات ختم نہ کرلوں بیٹھے رہا کریں'۔ نیز فرمایا:

یہ لندن مسجد میں جرمنی کے سفر سے پہلے کا آخری خطبہ ہے اور باقی تین خطبے غالباً جرمنی کے سفر میں آئیں گے۔ اور جرمنی کا یہ سفر بہت غیر معمولی بوجھ بھی لے کر آرہا ہے اور بہت غیر معمولی خوشخبریاں بھی لے کر آرہا ہے اس لئے مَیں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ دعا میں یاد رکھیں، سب کارکنوں کو جو بڑی دیر سے بے انتہا محنت کر رہے ہیں اور ابھی محنت کے بہت دن باقی ہیں ان کو بھی دعا میں یاد رکھیں کہ اللہ تعالیٰ ان کی محنتوں کا بہترین پھل عطا فرمائے اور اس کا کوئی نقصان ان کو نہ پہنچے اور سارے کام جو ان کے سپرد ہیں وہ اپنے فضل کے ساتھ سہولت کے ساتھ سرانجام دینے کی توفیق عطا فرمائے۔

اسی طرح میرے لئے بھی دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ مجھے بھی وہ بوجھ اٹھانے کی توفیق عطا فرمائے کیونکہ کم سے کم پچاس ہزار انسان وہاں تشریف لائے ہوں گے اور دنیا کے کونے کونے سے آئے ہوں گے، بڑے بڑے بادشاہ بھی اور عام غریب الناس بھی، اللہ کے نزدیک تو سب برابر ہیں لیکن مجھے ان سے ملاقاتوں کا بہت بوجھ ہو گا اور ملاقاتیں میرے سب کاموں میں سے زیادہ بوجھ بنی ہوتی ہیں۔ کیونکہ اس میں لوگ اپنی کمزوریاں، بے چارگیاں بتاتے ہیں، اپنے اوپر ہونے والے مظالم کا تذکرہ کرتے ہیں اور طرح طرح کے ایسے مصائب کا ذکر کرتے ہیں جس کی چکی میں وہ پیسے جا رہے ہیں۔ پس دعا کریں کہ مجھے اللہ تعالیٰ ان کے لئے سچی دعاؤں کی توفیق عطا فرمائے اور جب وہ آئیں تو فیض لے کر واپس لوٹیں اور دعاؤں کا فیض بعد میں بھی اُن کو پہنچتا رہے، اور خیریت سے پھر مَیں دوبارہ لنڈن واپس آؤں اور یہاں کی جو ذمہ داریاں ہیں دوبارہ ان کو سنبھال سکوں۔ اب آپ لوگ بے شک نماز کے لئے کھڑے ہو جائیں۔

❀❀❀❀......✿✿✿......❀❀❀❀